© rasailojaraid.com

اسلام براستہ جمہوریت

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

کیا پاکستان میں جمہوری نظام کے تحت اسلام کا نفاذ ممکن ہے؟

اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے ''جمہوریت'' اور ''طریق انتخاب'' سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔

''جمہوریت'' محض ایک لفظ نہیں بلکہ باقاعدہ ایک نظام اور نظریہ ہے جو معمولی اور جزوی فرق کے ساتھ پاکستان سمیت دنیا کے بیشتر ممالک میں رائج ہے۔ دراصل موجودہ تصور جمہوریت اٹھارہویں صدی کی یورپی فکر کی پیداوار ہے۔

''جمہوریت'' انگریزی لفظ ''ڈیموکریسی'' (Democracy) کا اردو ترجمہ ہے جو یونانی زبان کے دو لفظوں ''ڈیمو'' (یعنی عوام) اور ''کریٹ'' (یعنی حکومت یا قانون یا قانون سازی) سے مرکب ہے، جس کا مطلب ہے: عوامی حکومت یا عوامی قانون سازی۔

''جمہوریت'' کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں لیکن امریکی صدر ابراہام لنکن (م 1865ء) کی حسب ذیل تعریف کو سب سے زیادہ جامع قرار دیا گیا ہے:

Government of the people, by the people, for the people.

یعنی عوام کی حاکمیت، عوام کے ذریعے، عوام پر۔

اس کا عربی میں ترجمہ ''حکم النّاس، علی النّاس، للنّاس'' ہے۔

اس تعریف کی رو سے بھی جمہوریت سراسر ایک نیا کفری دین ہے جس میں قانون ساز ''جمہوری رب'' اور اس کے پیروکاران قانون سازوں کے پجاری ہیں۔ اس نظام میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو ترک کر کے عوام کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

صد افسوس! پاکستان کی تمام دینی سیاسی جماعتوں (جمعیت علماء اسلام ف، س، ق، ن یعنی نظریاتی، جمعیت علماء پاکستان، جمعیت اہل حدیث، جماعت اسلامی) نے اپنے قول و فعل سے اس کے ''اسلامی'' ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے لیکن حق اور سچ یہی ہے کہ ''جمہوریت'' کسی طور پر بھی ''اسلامی'' نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ دین اسلام کے مقابل و متوازی کافرانہ، مشرکانہ، خود فریبی اور فریب دہی پر مبنی ایک باطل نظام ہے۔ اس کی اسلامی حیثیت سے قطع نظر اگر اس کی مذکورہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالا انگریزی تعریف میں ''تلفظ'' برقرار رکھتے ہوئے صرف ''ہجوں'' میں معمولی تبدیلی کر دی جائے تو اس کی اصل حقیقت بھی خود بخود واضح ہو جاتی ہے:

Government off the people, buy the people, far the people.

یعنی عوام کو کچلنے والی، عوام کو خریدنے والی اور عوام سے دور حکومت

علامہ محمد اقبال ایک مغربی فلسفی کے حوالے سے اپنے الفاظ میں جمہوریت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس راز کو ایک مرد فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

یعنی اس بھید کو ایک یورپی فلسفی نے کھول کر بیان کر دیا ہے اگرچہ یورپی ہونے کے اعتبار سے اسے یہ راز فاش نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ مغربی طرز کا جمہوری نظام ان مغربیوں ہی نے ساری دنیا کو دیا ہے۔ اور وہ راز جو کھولا گیا ہے یہ ہے کہ جمہوریت ایک ایسی طرز حکومت کا نام ہے جس میں ووٹرز اور منتخب شدہ ارکان کو گنا جاتا ہے (چاہے اوصاف کے لحاظ سے وہ شیطان اور درندہ صفت ہی کیوں نہ ہوں) ان کی اصل سیرت و کردار اور عقیدے و نظریے کو نہیں دیکھا جاتا۔

علامہ موصوف نے ایک دوسرے مقام پر اس بات کو مزید کھول کر بیان فرمایا ہے:

گریز از طرز جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکرِ انسانے نمے آید

یعنی جمہوری طرز حکومت سے بھاگو اور کسی تجربہ کار کے غلام بن جاؤ۔ کیونکہ دو سو گدھوں کے دماغ سے بھی ایک انسان کی سوچ حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

زمن دہ اہل مغرب را پیامے
کہ جمہور است تیغ بے نیامے
چہ شمشیرے کہ جانہا مے ستاند
تمیز مسلم و کافر نہ داند

یعنی اہل مغرب کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ جمہوریت ایک بے نیام تلوار ہے۔ ایسی عجیب تلوار ہے جو انسانی جانوں کو لیتی ہے اور کافر و مسلم کا کوئی فرق نہیں جانتی۔

علامہ موصوف ''لادین سیاست'' کے متعلق فرماتے ہیں:

جو بات حق ہو وہ مجھ سے چھپی نہیں رہتی
خدا نے مجھ کو دیا ہے دلِ خبیر و بصیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مری نگاہ میں ہے یہ سیاستِ لا دین
کنیز اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر

مطلب یہ ہے کہ میری نگاہ میں وہ بے دین سیاست جو اہل مغرب نے ہمیں سکھائی ہے، شیطان کی لونڈی ہے، کمینہ خصلت ہے اور اس کا دل مر چکا ہے۔ (ضرب کلیم)

شاید علامہ اقبال کے افکار کی ترجمانی کرتے ہوئے ہی کسی شاعر نے یہ کہا تھا کہ

اذا کان الغراب دلیل قوم　　سیھدیھم الٰی طریق الھالکین

یعنی جب قوم کا رہنما کوا ہو تو وہ قوم کی مُرداروں کی طرف ہی رہنمائی کرے گا۔

اسی طرح ''جمہوریت'' کی زیرِ قیادت اسلام کا پاک نظام تو حاصل نہیں ہوگا البتہ ''بانیانِ جمہوریت'' کے ''مُردہ'' اور متعفن ڈھیر تک رسائی ضرور ہو جائے گی۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جیسے جیسے کسی معاشرے میں جمہوریت جڑ پکڑتی ہے ویسے ویسے وہاں اخلاقِ رذیلہ فروغ پاتے ہیں، لوگ اپنے نفس کو ''الٰہ'' بنا لیتے ہیں، دینی غیرت وحمیت اور اسلامی عصبیت معدوم ہو جاتی ہے اور لوگ سرمایہ کے غلام بن جاتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جمہوری ریاست کا شہری عموماً لذات پرست اور خدا فراموش ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام شروع شروع میں ''جمہوریت'' کو مجموعی طور پر اسلام کے خلاف اور اس کے سیاسی نظریے کی ضد قرار دیتے تھے لیکن رفتہ رفتہ بالخصوص تحریک آزادی اور تحریک خلافت میں ناکامی کے بعد مجبوراً انہوں نے جمہوری نظام کے ساتھ مفاہمت ومصالحت ہی نہیں کی بلکہ اسے ''اسلامی جمہوریت'' قرار دیتے ہوئے با قاعدہ ''مشرف بہ اسلام'' بھی کر لیا۔ اس طرح وہ لادین طبقہ بھی حق بجانب قرار پا گیا جو ''سوشلزم'' کے ساتھ اسلام کی پیوندکاری کرتا تھا کیونکہ اگر جمہوریت ''اسلامی'' ہو سکتی ہے تو پھر اسی دلیل سے سوشلزم اور کمیونزم بھی ''اسلامی'' ہو سکتے ہیں۔

بدقسمتی سے دیگر باطل نظریات کی طرح ''جمہوریت'' کو بھی غلط ''قبولیت عامہ'' حاصل ہو گئی ہے جس کے آگے تمام دینی سیاسی جماعتوں اور تمام دیوبندی، مودودی، سلفی اور بریلوی علماء (الّا ماشاء اللہ) نے بھی سپر ڈال دی ہے۔ حالانکہ جمہوریت دورِ جدید کا ''وُد، سواع، یغوث، یعوق، نسر، اساف، نائلہ، لات، منات، عزیٰ اور ھبل سے بھی بڑا بت اور صنم ہے، جس کی پرستش اوّل اوّل دانایانِ مغرب نے شروع کی پھر اسے مثالی طرزِ حکومت قرار دے کر اس کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ پوری دنیا میں اس کا غلغلہ بلند ہو گیا، یہاں تک کہ خالص مذہبی طبقے نے بھی ''تقلیدِ مغرب'' میں جمہوریت کی مالا جپنا شروع کر دی۔ اس طبقے نے کبھی یہ نعرہ بلند کیا کہ اسلام جمہوریت کا علمبردار ہے اور کبھی ''اسلامی جمہوریت'' کی اصطلاح وضع کی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریے کی ضد بھی ہے اس لیے جمہوریت کے ساتھ ''اسلامی'' کی پیوندکاری کرنا یا جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے۔ علاوہ ازیں جمہوریت کے ساتھ ''اسلامی'' کی پیوندکاری کرنے والا طبقہ اسلام کے مکمل ضابطۂ حیات ہونے کے تصور کا بھی منکر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزید برآں جمہوریت کا ایک بنیادی جز'' آزاد انتخاب'' کا اصول ہے جس میں ''بالغ رائے دہندگی'' کی بنیاد پر اراکین پارلیمنٹ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ جمہوریت کی اس بنیادی شق کا مطلب یہ ہے کہ قوم کا ہر وہ فرد مرد ہو یا عورت جو بالغ ہے وہ قانون سازی کے لیے اپنا ووٹ استعمال کر سکتا ہے اور ایک کافر، جاہل، خائن، بددیانت، کذاب، زانی، شرابی، چور، لٹیرا، ڈاکو، قاتل، مجرم، قیدی، چرسی، ہیروئنچی، مقتدی، امام، عالم، صالح، پیر، مرید، سجادہ نشین، زاہد، متقی، شیخ الحدیث، شیخ الاسلام، مفتی اعظم، انجینئر، ڈاکٹر، جج، چیف جسٹس، آف سپریم کورٹ، وزیر اعظم اور صدر کا ووٹ برابر ہے۔

''اہل حل وعقد'' کا اسلامی اصول تو اس پہلے مرحلے میں ہی دفن ہوگیا۔ سخت حیرت ہے کہ اس باطل اور بد بودار نظام کے ذریعے دینی جماعتیں عوام کو اسلام کے نفاذ کا سبز باغ دکھا کر شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کے مقدس اور پاکیزہ نظام کی توہین کا ارتکاب کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوْا. (الاحقاف۔19)

اور ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ o (الزمر۔9)

آپ ﷺ فرما دیجیے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ سوائے اس کے نہیں عقل مند ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل علم اور بے علم حضرات کو برابر قرار دینے والوں کو ''استفہام انکاری'' لا کر گویا ڈانٹ پلا دی اور آخر میں بتا دیا کہ اہل عقل ہی اس اصول کا پاس رکھیں گے۔

ایک دوسرے مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے ایک واضح اور صریح حکم دیا کہ:

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ o (الجاثیہ۔18) یعنی نہ جاننے والوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

کیونکہ اس کا فیصلہ تو خواہشاتِ نفس کی بناء پر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جاہل کی خواہشات میں جہالت ہی کی نمائندگی پائی جائے گی۔

''قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ....... '' (المائدہ۔100)

آپ ﷺ فرما دیجیے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ o (السجدہ۔18)

کیا وہ جو مومن ہو مثل اس کے ہے جو فاسق ہو۔ یہ برابر نہیں ہو سکتے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ o وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ o وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ o وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ o (فاطر۔19-22)

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ چھاؤں اور دھوپ اور نہ زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ o مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ o (القلم۔35-36)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا: کیسے فیصلے کر رہے ہو؟

وَ لَا تَسۡتَوِی الۡحَسَنَۃُ وَ لَا السَّیِّئَۃُ. (حٰم السجدہ۔43) اچھائی اور برائی برابر نہیں۔

امیدوار کی اہلیت کو جانچنے کے لیے تو پھر جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں دفعہ باسٹھ اور تریسٹھ شامل کر دی تھی (جس پر انتہائی مضحکہ خیز انداز سے عمل درآمد کرایا جاتا رہا کیونکہ ان دفعات کے باوجود فساق وفجار، بددیانت اور بدکردار افراد ہی کثیر تعداد میں پارلیمنٹ کے ایوانوں میں پہنچتے رہے) لیکن ''ووٹر'' کے لیے تو آئین میں کسی دفعہ وشق کو شامل کرنے کی سرے سے کوئی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔ حالانکہ ''ووٹرز'' میں ''جہالت، فسق وفجور، بددیانتی، بدکرداری، مسلکی، لسانی، جماعتی، گروہی اور علاقائی تعصّبات کے علاوہ خوف اور چمک'' کی بھی کارفرمائی پائی جاتی ہے۔ لیکن حیرت تو اس پر ہے کہ دینی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے افراد اور اراکین اسمبلی میں یہ تعصّبات بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ کیا دینی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے اراکین نے صدارتی انتخاب میں سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس فضل عظیم صدیقی جیسے اہل امیدوار کے مقابلے میں محض اپنے ذاتی اور دنیوی مفادات کی خاطر ایک رافضی، کرپٹ، بددیانت اور بدکردار آصف علی زرداری کے حق میں ''ووٹ'' دے کر اسے کامیاب نہیں کرایا؟

''ووٹرز'' کو تو ''علمائے حق'' کی طرف سے ہمیشہ اس بات کی تلقین کی جاتی ہے کہ ''ووٹ ایک شہادت ہے، سچی گواہی چھپانا بھی حرام ہے اور جھوٹی گواہی دینا بھی حرام، ووٹ ایک سفارش ہے، ووٹ ایک امانت ہے، ووٹ وکالت ہے، ووٹ ضمانت ہے اور ووٹ ایک مشورہ ہے'' مگر خود ان کا اپنا کردار اس وعظ اور تلقین کے برعکس ہوتا ہے جس کا اکثر مظاہرہ ان کی طرف سے پارلیمنٹ کے ایوانوں میں حکومت سازی اور قانون سازی کے مواقع پر دیکھنے میں آتا رہتا ہے۔

یہاں اس کی ایک مزید مثال ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے:

2002ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں سرحد اسمبلی میں ''متحدہ مجلس عمل'' کو واضح اکثریت حاصل ہوئی۔ جمعیت علمائے اسلام نے علماء اور مفتیان اراکین کی موجودگی میں ''کلین شیو'' رکن اسمبلی محمد اکرم درانی کو وزارت اعلیٰ کا منصب سونپا۔ بعد میں سینٹ کے الیکشن کے موقع پر جمعیت علمائے اسلام کے فاضل ممبران نے ایک مدبر، تجربہ کار، جید عالم دین اور متحدہ مجلس عمل کے صوبائی صدر مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کے مقابلے میں محمد اعظم خان سواتی کو آزاد امیدوار کی حیثیت میں کامیاب کرایا۔ جب علماء ومفتیان اپنے ووٹ کا اس طرح ''تقدس'' پامال کرتے ہیں تو ''عوام کالانعام'' پر کیا گلہ؟

جمہوریت کا سب سے بنیادی عنصر دلیل کے مقابلے میں ''اکثریت'' کی اطاعت ہے۔ اس نظام میں حق وہی ہے جس کی تائید اکثریت کرے اور اکثریت کے فیصلے کو نافذ کرنا جمہوریت کا فرض بھی ہے اور جمہوریت کی روح بھی ہے۔ اسی اصول کے تحت دینی جماعتوں کی مجالس شوریٰ وعاملہ کے فیصلے، اراکین اسمبلی، سپیکر، ڈپٹی سپیکر، وزیر اعظم اور صدر کے انتخاب کے علاوہ قانون سازی بھی ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ’’اکثریت‘‘ کا دعویٰ شیطان نے کیا تھا جس میں خود ذاتِ باری ہی کو چیلنج کیا گیا تھا:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ o ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ o (الاعراف۔16-17)

کہنے لگا: اس وجہ سے کہ تو نے مجھے (اپنی رحمت سے) مایوس کر دیا۔ میں ضرور تاک میں بیٹھوں گا ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے تیرے سیدھے راستہ پر۔ پھر میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (بہکانے کے لیے) ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے اور تو نہ پائے گا ان میں سے اکثر کو شکر گزار۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ’’اکثریت‘‘ پر مبنی اصول سب سے پہلے شیطان نے وضع کیا تھا جس میں اس نے اپنی ’’انتخابی مہم‘‘ کا بھی ذکر کر دیا ہے کہ عوام کو سبز باغ دکھا دکھا کر اپنے ساتھ شامل کروں گا اور اس طرح اپنی اکثریت ثابت کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے تو شیطان کو یہ ’’مہم‘‘ چلانے کے لیے ’’فری ہینڈ‘‘ دے دیا لیکن اس بات کی تردید نہیں فرمائی کہ اکثریت تیرے ساتھ ہوگی بلکہ قرآن مجید میں جابجا اور بہ تکرار فرمایا:

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيَاتِنَا لَغَافِلُوْنَ.

(یونس:92) اور یقیناً لوگوں کی اکثریت ہماری آیات سے غافل ہے۔

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُوْنَ o (المائدہ۔49)

بے شک انسانوں کی اکثریت نافرمان اور بدکار ہوتی ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ o (البقرۃ۔243) اور لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ o (الانعام۔117)

اگر تو اطاعت کرے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے۔ وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔

وَ اَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْنَ o (الشعراء۔223) اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ o (الاعراف۔187) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ o (الانعام۔111) لیکن ان کے اکثر لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ o (المآئدہ۔103) اور ان کے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ o (ھود۔17) لیکن اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہوتے۔

وَ مَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ o (یوسف۔103)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نہیں ہیں اکثر لوگ خواہ آپ کتنا ہی چاہیں ایمان لانے والے۔
وَ مَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُشْرِکُوْنَo (یوسف۔106)
اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر اللہ کے ساتھ مگر اس حالت میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔
وَ اَکْثَرُھُمُ الْکَافِرُوْنَo (النحل۔83) اور ان میں سے اکثر کافر یعنی ناشکرے ہیں۔
تَریٰ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا..... (المآئدہ۔80)
ان میں بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں۔
لَقَدْ جِئْنَا کُمْ بِالْحَقِّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ کُمْ لِلْحَقِّ کٰرِھُوْنَo (الزخرف۔78)
ہم تو تمہارے پاس حق لے آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے ہیں۔

مذکورہ بالا قرآنی ارشادات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اکثریت جاہلوں، فاسقوں، بے علموں، ناشکروں، غافلوں، کم عقلوں اور حق کے ساتھ نفرت کرنے والوں کی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ انسان اپنے ہم مشرب اور ہم مسلک ہی کو پسند کرتا ہے تو پھر کیونکر یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ ''انتخابات اور جمہوریت'' کے تحت ''نفاذ اسلام'' کی راہ ہموار ہو سکتی ہے؟

علاوہ ازیں ''انتخابی قواعد وضوابط، ہر بالغ فرد ___ ایک ووٹ، پارٹی ٹکٹ کے لیے درخواست، ٹکٹ کے حصول کے لیے رشوت وسفارش، ٹکٹوں کی تقسیم، ٹکٹ نہ ملنے کی صورت میں بغاوت اور بطور آزاد امیدوار حصہ لینا، نامزدگی فارم میں غلط اور جھوٹی وجعلی معلومات ودستاویزات کا اندراج، تصویری اشتہار بازی، انتخابی اخراجات، ہر اچھے برے مرد وزن سے ووٹ کا سوال، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک، خلاف شرع امور پر سکوت وسمجھوتہ، لادینوں کے ساتھ اتحاد، بصورت دیگر سیٹ ایڈجسٹمنٹ (جس میں اپنے مذہبی ووٹرز کو فساق وفجار، نااہل اور کرپٹ امیدواروں کو ووٹ دینے کا پابند کیا جاتا ہے) جیسی منافقت اختیار کرنا، انتخابی مہم میں قدم قدم پر فرائض سے غفلت اور منکرات کا ارتکاب، مخالف امیدوار پر الزام تراشی وبہتان طرازی، اقتدار کی حرص، اپنی مدح وخود ستائی، خوش نما اور جھوٹے وعدے، دیواروں کو انتخابی نعروں سے سیاہ کرنا، شخصی اور سرکاری عمارتوں پر اشتہارات چسپاں کرنا، ووٹوں کی خرید وفروخت، سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور عام لوگوں سے اسلام کے مقدس نام پر چندے بٹورنا (انتخابی مہم کے منکرات کے لیے ''فقہی مقالات'' جلد دوم از ص296 تا302 مؤلفہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کی طرف مراجعت فرمائیں)

انتخابات میں شکست کھا جانے کی صورت میں لادینوں اور فاسقوں کے حق حکمرانی اور قانون سازی کو دل سے تسلیم کرنا اور جیت جانے کی صورت میں سب سے پہلے قانون سازی ایسے ربانی اختیار کے حامل ممبران میں اپنا اندراج کروانا، آئین اور جمہوریت کے تحفظ کا حلف اٹھانا، باطل نظام کی محافظ پارلیمنٹ کی برتری وفوقیت کو منوانا اور اکثریت کی بنیاد پر اس کے غیر شرعی فیصلوں کو قانون تسلیم کرنا وغیرہ......ان سب غیر شرعی مراحل سے گزر جانے کے بعد کوئی پرلے درجے کا احمق ہی اس باطل جمہوری نظام سے نفاذ اسلام کی توقع کر سکتا ہے۔

کسی کافر کی مجلس شوریٰ یعنی پارلیمنٹ میں نمائندگی ہی محل نظر ہے لیکن یہاں ایک عیسائی، ہندو، قادیانی اور ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالم ومفتی کا ووٹ برابر ہے۔1993ء کے عام انتخابات میں دینی جماعتوں نے ''اسلامی جمہوری محاذ ،متحدہ دینی محاذ اور پاکستان اسلامک فرنٹ'' کے پلیٹ فارم سے علیحدہ علیحدہ حصہ لیا جس کے نتیجے میں وہ مجموعی طور پر 9 نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔ایک عیسائی رکن اسمبلی جے سالک نے اسمبلی کے فلور پر یہ اعلان کیا کہ ہمیں ''اقلیتی ارکان '' نہ کہا جائے کیونکہ اسمبلی میں ہمارے دس ممبر ہیں جب کہ دینی جماعتوں کے 9 ممبر ہیں۔اب تو انہیں ''متحدہ مجلس عمل'' کے تعاون سے دوہری نمائندگی اور دوہرے ووٹ کا حق بھی حاصل ہوگیا ہے۔

1973ء کے آئین میں عورت کی سربراہی ، دوسربراہان (سربراہ مملکت وسربراہ حکومت) ، دوایوانوں ، اسلامی نظریاتی کونسل (جس کا وجود ہی اسلام کے ساتھ ایک سنگین مذاق ہے) ، وفاقی شرعی عدالت ،شریعت اپیلٹ بنچ کا تصور کیا یہ سب شریعت کے دائرے میں آتے ہیں؟

وفاقی شرعی عدالت نے تو ایک موقع پر سودی بینکاری اور سودی نظام معیشت کو اپنے فیصلے (14؍نومبر 1991ء) میں حرام قرار دیا ہے جس کی سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بنچ نے بھی اپنے فیصلے (23دسمبر1991ء) کے ذریعے توثیق کی لیکن بعد میں سپریم کورٹ نے 26جون2002ء کو وفاقی شرعی عدالت اور سپریم شریعت اپیلٹ بنچ کے دونوں فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا۔

کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے یہ حقیقت ہے کہ اسلام کا نفاذ جمہوریت اورانتخابات کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔لہٰذا باطل نظام کا حصہ بن کر اسلام کے نفاذ کی جدوجہد کرنا محض تضیع اوقات ہی نہیں بلکہ اسلام کے ساتھ استہزاء بھی ہے۔اس پر مستزاد یہ کہ ان دینی جماعتوں کے پاس ممکنہ رکاوٹیں دور کرنے کے لیے مؤثر افرادی قوت اور تربیت کا بھی فقدان ہے۔

تربیت یافتہ جماعت اور مؤثر افرادی قوت کے بغیر جو علماء اس باطل نظام کا حصہ بنے تو وہ اسلام کے مبلغ بننے کی بجائے جمہوری مفادات کے محافظ واسیر ہو کر اسی کے مناد ہو گئے جس کی بناء پر وہ نفاذ اسلام کی منزل سے بہت دور ہوگئے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر، شارح صحیح بخاری، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان ''انتخابی سیاسی نظام یا جمہوری نظام کے تحت اسلامی نظام کے نفاذ'' سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''نہیں ایسا ممکن نہیں ہے۔نہ انتخابات کے ذریعے اسلام لایا جاسکتا ہے ، نہ جمہوریت کے ذریعے اسلام لایا جاسکتا ہے۔جمہوریت میں کثرتِ رائے کا اعتبار ہوتا ہے اوراکثریت جہلاء کی ہے جو دین کی اہمیت سے واقف نہیں ، ان سے کوئی توقع نہیں ہے۔''

(ہفت روزہ ضرب مومن کراچی 20 تا 26 ربیع الثانی 1422ھ)

موصوف اسلام آباد میں ملک گیر علماء کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جمہوری سسٹم شریعت کے خلاف ہے۔جمہوری سسٹم سے نفاذِ اسلام کبھی نہیں ہوگا۔موجودہ وقت میں قومی اسمبلی اور سینٹ میں علماء کی جتنی بڑی تعداد پہنچی ہے اتنی بڑی تعداد پہلے کبھی نہیں پہنچی اور نہ ہی آئندہ اس طرح کا کوئی امکان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔متحدہ مجلس عمل کے اتنے ارکان ہونے کے باوجود تحفظ حقوق نسواں بل پاس ہوگیا اور مجلس عمل کے ارکان نے واک آؤٹ کرنے اور ڈیسک بجانے کے سوا کچھ کام نہیں کیا۔

انتخابی سیاست سے کوئی فائدہ نہیں۔مولانا فضل الرحمٰن کی صلاحیتوں پر ہمیں اعتماد ہے۔ہماری ان سے گزارش ہے کہ وہ انتخابی سیاست کو چھوڑ کر دوسرا کوئی راستہ اختیار کریں جس سے نفاذ اسلام ہو سکے اور اس حوالے سے علماء سے مشاورت کریں۔'' (روزنامہ اسلام 2 ستمبر 2007ء)

شہید اسلام مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ نے فرمایا کہ:

''اڑتالیس (48) سال علماء نے انتخابی اور جمہوری سیاست میں ضائع کیے۔میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس طرز حکومت سے اڑتالیس (48) ہزار سال میں بھی اسلام نہیں آئے گا۔'' (خطبات شامزئی جلد اول ص 203)

یہ بات یقیناً باعث تعجب ہے کہ جو چیز خود نفاذِ اسلام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے ہماری دینی سیاسی قیادت نے بسلسلۂ نفاذ شریعت اسی کے ساتھ اپنی تمام امیدیں وابستہ کر کے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دی ہیں۔دینی سیاسی قیادت کی ہی سب سے بڑی غلطی ہے کہ اس نے احیاء اسلام کے لیے اسوہ رسول ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو اختیار کرنے کی بجائے جمہوریت کا انتخابی راستہ اختیار کیا ہے جس سے اسلامی نظام کے نفاذ کا خواب تو شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا البتہ اس بہانے بعض حضرات کا ذاتی کاروبار خوب ترقی کر گیا: ؎

پدرم روضۂ رضواں بہ دو گندم بہ فروخت
نا خلف باشم گر من بہ جوئے نہ فروشم

قطع نظر دیگر خرافات کے،جمہوریت کی عمارت سرمایہ دارانہ نظام پر قائم ہے اور اس کا ڈھانچہ ہی ایسا ہے کہ اس میں جاگیردار،صنعت کار،تاجر،سرمایہ دار اور وڈیرہ ہی پارلیمنٹ تک پہنچتا ہے۔متوسط،غریب،شریف اور دین دار طبقہ کے لیے اول تو انتخابی مہم چلانا ہی دشوار ہے اور اگر وہ کسی طریقہ سے پارلیمنٹ میں پہنچ بھی جائے تو وہ جمہوری نظام کے تحت کوئی قانون پاس کرانے یا کسی خلافِ شرع قانون کو پاس ہونے سے روکنے میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا۔

جنرل یحیٰ خان نے 1970ء میں پہلی مرتبہ ''بالغ رائے دہندگی'' کی بنیاد پر عام انتخابات کی داغ بیل ڈالی۔جمعیت علماء اسلام کو اس الیکشن میں مجموعی طور پر کل سات نشستوں (چھے صوبہ سرحد میں اور ایک بلوچستان میں) پر کامیابی حاصل ہوئی۔1970ء سے لے کر 2008ء تک کل نو مرتبہ عام انتخابات ہوئے۔جن میں نشستوں کی تعداد میں کمی تو ہوتی رہی لیکن اضافہ نہیں ہو سکا،البتہ 2002ء کے عام انتخابات میں دیوبندی،بریلوی،جماعت اسلامی، اہل حدیث اور اہل تشیع کے ساتھ تعلق رکھنے والی ''دینی'' جماعتوں کے اتحاد پر مبنی ''متحدہ مجلس عمل'' اسلام و جہاد اور امریکہ دشمنی کے نام پر اور کچھ ''غیر مرئی قوتوں'' کی مدد سے پہلی اور ''آخری'' مرتبہ قومی اسمبلی میں تقریباً ساٹھ (60) نشستیں اور ڈیڑھ صوبائی حکومتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔لیکن اس کے باوجود مذہبی جماعتیں نہ صرف یہ کہ اسلام کے نفاذ میں بری طرح ناکام ہوئیں بلکہ تحفظ حقوق نسواں بل کے پاس ہونے اور لال مسجد آپریشن کے مواقع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر بھی انہوں نے شرمناک کردار ادا کیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ متحدہ مجلس عمل نے غیر شرعی ''مخلوط انتخابات'' کو آئینی تحفظ دینے کے علاوہ پاکستان و افغانستان میں جنرل مشرف کے تمام ظالمانہ اقدامات اور جاری کردہ سینکڑوں ضابطوں اور فرامین کو بھی سترہویں ترمیم کے ذریعے آئین کا حصہ بنا دیا۔

بلوچستان حکومت میں نصف حصہ کی مالک ایم ایم اے نے پورے دورِ اقتدار میں شریعت بل کے ساتھ نورا کشتی اور آنکھ مچولی کا کھیل جاری رکھا۔ جب کہ صوبہ سرحد میں جہاں دینی جماعتیں بلا شرکت غیرے حکمرانی کے فرائض سرانجام دے رہی تھیں وہاں وہ متفقہ (اپوزیشن و اقلیتی ارکان کی حمایت کے ساتھ) شریعت بل پاس کرانے میں کامیاب ہو گئیں لیکن اس کا نفاذ ''حسبہ بل'' کی منظوری کے ساتھ مشروط کر کے سرد خانے میں ڈال دیا۔ ایم ایم اے کے دور حکومت میں اسلام تو کیا نافذ ہوتا الٹا دیگر منکرات کے علاوہ سودی معاملات بھی عروج پر رہے جو نصاً وصریحاً اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ ہیں۔ سٹیٹ بینک سے سود پر قرض، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی رقوم پر سود کی ادائیگی یہ وزارتِ خزانہ کی ''مجبوری'' ہے۔ ملازمتوں کی ''خانہ پری'' اور ترقیاتی کاموں پر ''کمیشن'' اس کے علاوہ ہے۔ جماعت اسلامی تو اسمبلی کی مدت پوری ہونے سے ذرا پہلے اقتدار کے ساتھ ساتھ اسمبلی کی رکنیت سے ہی مستعفی ہو گئی تھی لیکن اسلام کے ''ترجمان'' تو آخری دن تک اقتدار کے ساتھ چمٹے ہی نہیں رہے بلکہ جنرل پرویز مشرف کی صدارتی ضرورت پوری کرنے کے لیے اسمبلی تحلیل نہ کر کے مزید ''مراعات'' سے بھی مستفیض ہوئے۔ اس طرح ''جمہوری تقاضے'' بھی پورے ہوتے رہے اور سودی معاملات بھی چلتے رہے۔ حالانکہ علماء کرام سود کی حرمت اور اللہ و رسول کے خلاف اس کے اعلان جنگ ہونے کے احکامات بھی پڑھتے، پڑھاتے رہے اور اس سے بھی باخبر تھے کہ سودی معاملات لکھنے اور حساب کتاب کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہے، لیکن مجال کہ انہوں نے اقتدار کو ''لات'' ماری ہو۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بجائے ندامت و شرمندگی کے پوری ڈھٹائی کے ساتھ ''فخریہ'' انداز میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ:

''اسمبلیوں میں اگر ہم نہ ہوتے تو آج اس ملک میں ''لادینیت'' کا راج ہوتا۔'' اس کے جواب میں سردست یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

اگر آپ اسمبلیوں میں نہ ہوتے تو کم از کم اسلام اور علماء کا رعب و دبدبہ اور وقار ضرور قائم رہتا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ متحدہ مجلس عمل نے اپنے اقتدار کے لیے جنرل پرویز مشرف کے ساتھ مفاہمت و مصالحت کر کے ایک عظیم قومی، ملی اور دینی جرم کا ارتکاب کیا جس کے نتیجے میں ملک اور قوم پر مسلط طویل ترین سیاہ رات کو آئینی تحفظ حاصل ہوا۔ یہ سمجھوتہ یقیناً ایم ایم اے کے منشور سے انحراف، مجاہدین و شہداء کے خون سے غداری اور ووٹ دے کر اتنی بڑی تعداد میں علماء کو پارلیمنٹ میں بھیجنے والوں کے جذبات و توقعات کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

ملکی تاریخ کے نویں عام انتخابات 2008ء میں منعقد ہوئے۔ جماعت اسلامی کی ایم ایم اے سے ''معطلی'' اور انتخابات کے بائیکاٹ کی وجہ سے ساجد نقوی کی قیادت میں ایم ایم اے کے پلیٹ فارم سے اسلام کے ''نفاذ'' کے لیے علماء نے پھر حصہ لیا اور بمشکل چھ، سات نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور ترقی معکوس کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے وہ 1970ء کی پوزیشن پر بحال ہو گئے۔ لیکن یہ بحالی اور ترقی معکوس نشستوں کے اعتبار سے تھی۔ جہاں تک مراعات اور مفادات کے حصول کا تعلق تھا تو ''زر'' داری کے ساتھ مفاہمت کی وجہ سے ان میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہا۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ماضی کے تلخ تجربے سے سبق سیکھنے کی بجائے ہماری دینی جماعتیں ''جمعیت علماء اسلام ،متحدہ دینی محاذ اور جماعت اسلامی'' پھر اپنے اپنے پلیٹ فارم سے اسلام کے ''نفاذ'' کے لیے ملکی تاریخ کے دسویں عام انتخابات (11 مئی 2013ء) میں لنگر لنگوٹ کس کر کود پڑی ہیں۔ جس کا نتیجہ 2002ء کے برعکس لیکن جے سالک کے ''اعلان'' اور سابقہ انتخابی نتائج کے عین مطابق ہوگا۔ دینی جماعتیں جو بار بار ''انتخابی عمل'' میں شریک ہو رہی ہیں اگر کسی ''خوش فہمی'' کی بنیاد پر ہے تو یقیناً ''سراب'' کے پیچھے بھاگ رہی ہیں۔ ''سراب'' کی خوبی یہی ہے کہ وہ ہر دم قریب ہوتی نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔

زندگی بھر، نہ سرابوں کے ہی منظر دیکھو
دوستو! خواب کی دہلیز سے باہر دیکھو
رنگ تو رنگ ہیں، موسم ہی بدل جائیں گے
روحِ قرآن میں اِک بار اتر کر دیکھو

جہاں تک جمہوریت سے کسی معمولی تبدیلی یا جزوی قسم کی اصلاحات کا تعلق ہے تو بڑے نقصان کے مقابلے میں ان کا فائدہ کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَاط (البقرہ۔219)

وہ پوچھتے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شراب اور جوئے کی بابت، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایئے:
ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لیے اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے۔

اس آیت کا تقاضا یہی ہے کہ جمہوری انتخابی نظام میں اگر کچھ فائدہ بھی ہے تو اس کو ترک کر کے اس کے بڑے گناہ سے بچنا چاہیے جو علماء اس ''خروج'' کو اسلام کے حق میں نقصان دہ سمجھتے ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جمعیت علمائے اسلام نے اگر 1985ء میں عام انتخابات کا بائیکاٹ کیا تو اسلام کا کیا نقصان ہوا؟ اور اگر جماعت اسلامی 2008ء میں اس عمل سے باہر رہی تو اسلام کتنے گھاٹے میں رہا؟

اصل بات یہ ہے کہ جمہوری عمل میں شرکت اسلام کے نفاذ یا اس کے کسی فائدے کا نہیں بلکہ امریکی ایجنڈے کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ پچاس کی دہائی میں امریکی خفیہ دستاویزات میں شامل ایک رپورٹ نے اس راز کو فاش کر دیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی انقلابی تحریک کو روکنے بلکہ کچلنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی قوتوں کو جمہوری سیاست میں الجھا دیا جائے۔ اس رپورٹ کے تحت دینی قوتوں کو جمہوری سیاست میں بری طرح الجھا دیا گیا ہے جس سے باہر نکلنے کا انہیں کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ یا اسلامی انقلاب سے خائف طاقتیں انہیں باہر نکلنے نہیں دیتیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیرِ نظر مضمون سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ جمہوریت اور انتخابی سیاست اسلام کے نفاذ کہ راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ لادین طاقتیں اس باطل نظام کے ذریعے نفاذِ اسلام کا راستہ روکے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوریت کے پیروکاروں کی ہمیشہ پوری کوشش یہ رہی ہے کہ دینی سیاسی جماعتوں کے قائدین کو نقد امداد کے علاوہ پروٹوکول، دیگر مراعات، بیرونی ممالک کے دوروں، فائیوسٹار ہوٹلوں، ریسٹ ہاؤسز، گیسٹ ہاؤسز اور فرنٹیئر ہاؤسز میں قیام کرا کے اور انتخابی سیاست کا لولی پاپ دے کر انہیں انقلابی جدوجہد کو متعارف کرانے اور پروان چڑھانے سے باز رکھیں۔

سخت حیرت ہے کہ جو راستہ سرے سے منزل کی طرف جاتا ہی نہیں مذہبی قائدین اسی کو اختیار کیے ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں دینی کارکن آج بھی نقطۂ آغاز پر کھڑا ہے

یہ کیسی منزل ہے کیسی راہیں کہ تھک گئے پاؤں چلتے چلتے
وہی ہے فاصلہ اب بھی قائم جو فاصلہ تھا سفر سے پہلے

مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی کے زیرِ اہتمام چوتھے مرکز احرار

رحمٰن سٹی اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کی تعمیر جاری ہے، 8 دسمبر 2012ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر تعمیر کا آغاز ہوا

25 مرلے رقبہ پر مسجد، مدرسہ، دفتر، ختم نبوت اکیڈمی اور ڈسپنسری تعمیر کی جائے گی، جملہ اہل خیر سے تعاون کی درخواست ہے

ترسیل زر و رابطہ: عبداللطیف خالد چیمہ (مدیر مراکزِ احرار چیچہ وطنی)
دفتر دارالعلوم ختمِ نبوت، جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

منجانب: تحریک تحفظ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی
040 -5482253
0300-6939453

© rasailojaraid.com